نفاذ اسلام کے بارہ میں تحریک التواء اور تحریک استحقاق

مولانا سمیع الحق نے پہلے اجلاس کے لئے اسلامی نظام کے نفاذ کے کام میں مسلسل رکاوٹوں اور وعدہ خلافیوں کے مسئلہ کو ایک تحریک التواء کی شکل میں زیر غور لانے کی جدوجہد کی اور تحریک التوا رسینیٹ بھیج دی۔ اس تحریک التواء کو سینیٹ نے خلاف ضابطہ قرار دے کر بالا ہی بالا مسترد کر دیا۔ کہ اس طرح سینیٹ میں یہ مسئلہ نہ آ سکے گا۔ مگر مولانا سمیع الحق کا مقصد تو ملک کے اہم ترین ایوان کو کسی نہ کسی شکل میں ادھر متوجہ کرانا تھا۔ چنانچہ تحریک التواء مسترد ہو جانے کے بعد انہوں نے اس مسئلہ کو تحریک استحقاق کی شکل میں اٹھایا۔ اور الحمدللہ کہ بات سینیٹ میں آ گئی۔ یہاں مولانا کی (۱) تحریک التواء (۲) سینیٹ کا مراسلہ (۳) تحریک استحقاق (۴) اور اس کے حق میں مولانا سمیع الحق کی گئی تقریر پیش خدمت ہے۔

تحریک التواء میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ سینیٹ کا حالیہ اجلاس ملتوی کر کے فوری نوعیت کے اس معاملہ پر غور کرے۔

اسلامی نظام کے نفاذ کے سلسلہ میں کئے گئے وعدے پس پشت ڈال دئے گئے ہیں۔ یا اس کی تکمیل کا انداز نہایت سست ہے۔ موجودہ انتخابی اور جمہوری تبدیلیوں کے بعد یہ عمل تو گویا رک ہی گیا ہے۔ جب کہ پوری قوم کے لئے یہ معاملہ انتہائی تشویش کا باعث ہے۔ از راہ کرم سینیٹ اسلامی نظام کی راہ میں رکاوٹوں اور تاخیر کے اسباب پر مفصل بحث کرے۔

سینیٹ کا مراسلہ نمبر تحریک التوا نمبر ۳/ ۸۵۔ کیو اے پی (سینیٹ) ۳۰ جون ۱۹۸۵ء

بخدمت مولانا سمیع الحق۔ رکن سینیٹ

موضوع۔ تحریک التواء

محترمی! حسب الحکم آپ کی توجہ اس تحریک التواء کی طرف دلائی جاتی ہے جس کا نوٹس آپ نے ۲۸ مئی ۱۹۸۵ء کو دیا تھا۔ اور جسے فوری حوالہ کے لئے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

"میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایوان کو ایک فوری اور قومی اہمیت کے مسئلہ پر بحث کرنے کے لئے ملتوی کیا جائے۔ یعنی یہ کہ اسلامی نظام کے نفاذ کے بارے میں قواعد کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ یا اس کا تکمیلی عمل انتہائی سست ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ انتخابی اور جمہوری تبدیلیوں کے بعد تو یہ عمل بالکل رک گیا ہے جب کہ اس بارے میں ساری قوم کو انتہائی تشویش ہے۔ سینیٹ کو چاہیے کہ وہ اسلامی نظام کی راہ میں حائل رکاوٹوں اور اس میں تاخیر کی وجوہات کے بارے میں مفصل بحث کرے۔"

۲۔ اسلامی نظام کا نفاذ ایک تدریجی عمل ہے۔ اور اس کا نفاذ مرحلہ وار ہو رہا ہے۔ یہ معاملہ نہ تو فوری عوامی اہمیت کا حامل ہے اور نہ ہی یہ حالیہ وقوعہ ہے۔ لہٰذا یہ تحریک سینٹ کے قواعد ضابطہ کار و انصرام کارروائی ۱۹۷۳ء کے قاعدہ ۱۷ (الف) اور (ج) کی رو سے منظور نہیں کی جا سکتی۔

۳۔ چیئرمین سینٹ نے فرمایا ہے کہ تحریک التواء کے طور پر یہ تحریک واضح طور پر ناقابلِ منظوری ہے۔ تاہم اسے موزوں الفاظ میں نجی رکن کی قرارداد کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔

۴۔ لہٰذا آپ سے استدعا ہے کہ اگر آپ پسند فرمائیں تو اس مسئلہ کو نجی رکن کی قرارداد کے طور پر پیش کر سکتے ہیں۔

آپ کا مخلص کریم خان مروت۔ ڈپٹی سیکرٹری

تحریک استحقاق جناب چیئرمین صاحب۔ میں نے ۲۸ مئی ۸۵ء کو سینٹ کے حالیہ اجلاس میں زیر بحث لانے کے لیے ایک تحریک التواء بھیجی تھی جس کا موضوع یہ تھا۔ کہ اسلامی نظام کے نفاذ کے بارہ میں اقدامات کو نظرانداز کر دیا گیا ہے۔ یا اس کا تکمیلی عمل نہایت سست ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ انتخابی اور جمہوری تبدیلیوں کے بعد تو یہ عمل بالکل رک گیا ہے۔ اور ساری قوم کو اس بارہ میں انتہائی تشویش ہے۔ اور سینٹ کو چاہئے کہ وہ اسلامی نظام کی راہ میں حائل رکاوٹوں اور اس میں تاخیر کی وجوہات کے بارہ میں مفصل بحث کرے۔

اس تحریک التواء (نمبر ۳/۸۵۔ کیو اے پی سینٹ) کو سینٹ کو سیکرٹریٹ نے ۳۰ جون ۸۵ء کو ڈاک کے ذریعہ یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ یہ تحریک واضح طور پر ناقابل منظوری ہے۔ اور نہ فوری عوامی اہمیت کی حامل ہے۔

جناب چیئرمین۔ میں سمجھتا ہوں کہ قطع نظر اس بات کے کہ یہ تحریک اسلامی نظام کے نفاذ جیسے اہم، فوری، قومی و ملی حساس مسئلے سے متعلق تھی۔ میری قطعی رائے یہ ہے کہ کسی تحریک التواء کے منظور یا نامنظور ہونے کا فیصلہ ایوان میں تحریک پیش ہونے اور اس کے حق یا مخالفت میں فاضل ارکان کے دلائل سننے کے بعد ہی جناب چیئرمین کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر اس انداز سے بالا ہی بالا مسترد کر دینے کی روایت پڑ گئی۔ تو کوئی رکن اپنے قومی و ملی فرائض کی ادائیگی سے عہدہ برآ نہ ہو سکے گا۔ اس لئے اس تحریک التواء کے مسترد کر دینے سے نہ صرف میرے بلکہ سارے سینٹ کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ اور مجھے ایوان میں اپنی تحریک کے حق میں اپنا موقف پیش کرنے کا حق دیا جائے۔

(سمیع الحق ممبر سینٹ)

تحریک استحقاق کے بارہ میں تقریر

جناب چیئرمین۔ اور کچھ ارشاد فرمائیں گے۔

مولانا سمیع الحق۔ جناب میں بنیادی بات تو اس تحریک میں کہہ چکا ہوں اور میرا خیال یہ ہے کہ اگر شاید میری یہ رائے غلط ہو کہ کوئی بات مسئلہ آپ چیمبر سے مسترد نہیں کر سکتے۔ اور آپ کو یہ حق حاصل بھی ہو کہ آپ چیمبر سے مسترد کر سکتے ہیں پھر بھی میری گزارش یہ ہو گی کہ اب تک اس ملک میں جو روایات چلی آ رہی ہیں اور اس سے

پہلے کی حکومت موجودہ حکومت اور دنیا بھر کے ایوانوں میں ایسا ہوتا ہے۔ کہ ایک چیز کا حق چیئرمین صاحب کو ہوتا بھی ہے لیکن وہ جمہوری روایات کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایوان میں اس چیز کو آنے کا موقع دیتے ہیں ۱۹۷۲ء، ۷۶، یا ۷۷ء تک میں نے اسمبلی کی تمام کارگذاری دیکھی تھی۔ اور ہر قسم کی جو تحریکیں وہاں بھیجی جاتی تھیں تو اس کے مسترد ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ چیئرمین صاحب یا سپیکر صاحب ایوان میں کرتے تھے۔ تو میرے سامنے جو آپ کے قواعد وضوابط ہیں اس میں مجھے کہیں بھی واضح طور پر یہ نہیں ملا کہ چیئرمین صاحب چیمبر میں بھی مسترد کر سکتے ہیں۔ بلکہ بعض دفعات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آدھے گھنٹے تک گویا یہ ایوان اس فیصلہ کے بارے میں بحث کر سکتا ہے۔ کہ یہ تحریک التوا قابل قبول ہے یا نہیں ؟ اس کے قانون کے مطابق ہونے یا نہ ہونے پر بھی آدھ گھنٹہ کم ازکم بحث کی جا سکتی ہے۔ کل آپ نے فرمایا تھا کہ قواعد وضوابط ضروری ہوتے ہیں۔ ٹھیک ہے مگر اس سے بہتر یہ ہے کہ ہم اس کے ساتھ بعض روایات کو بھی برقرار رکھنے کی کوشش کریں۔ اگر آں جناب نے اسے ایوان میں آنے کے بعد مسترد کیا ہوتا تو آپ کو حق حاصل تھا اور ہم اس کو تسلیم کر لیتا۔

دوسری گذارش یہ ہے کہ آپ نے جو خط مجھے بھیجا ہے اس میں لکھا ہے کہ یہ نہ فوری عوامی اہمیت کا معاملہ ہے اور نہ ہی حالیہ وقوعہ ہے۔ تو میں نے جو الفاظ اپنی تحریک میں پیش کئے ہیں اس میں واضح طور پر کہا گیا ہے۔ کہ یہ ایک حالیہ وقوعہ ہے۔ وہ یہ کہ ایک ٹرین کراچی تک جاتی ہے۔ اور پروگرام کے مطابق اس کا سفر جاری ہے۔ تو میں یہ تو کہہ سکتا ہوں کہ یہ جاری عمل ہے۔ جیسے V.C.R سے فحاشی پھیلنے سے۔ میری تحریک کے بارہ میں بھی آپ نے یہی لکھا کہ یہ جاری عمل ہے۔ ٹھیک ہے۔ اگر برائی پہلے سے جاری ہے تو پھر تحریک التوا کے ذریعہ نہیں تو اور چیزوں کے ذرائع سے اس کو زیر بحث لائیں گے روکیں گے۔ لیکن جب ایک ٹرین راستے ہی میں اپنا پروگرام بدل دے اور کسی دشت وصحرا میں رک جائے تو وہ حالیہ وقوعہ ہوگا۔ یا اس کی سمت کراچی جانے کی بجائے کوئٹہ کی طرف ہو جائے تو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ حالیہ وقوعہ نہیں ہے۔

تو میں نے واضح طور پر یہ کہا ہے کہ اسلام کے بارہ میں پہلے جو کچھ تھا، اعلانات تھے وعدے تھے یا زبانی اقدامات تھے لیکن میں نے یہ کہا ہے کہ موجودہ انتخابی اور جمہوری تبدیلیوں کے بعد تو یہ بالکل رُک گیا ہے اس لحاظ سے میں نے اسے حالیہ وقوعہ سے نشانا ند کی ہے۔ کہ پچھلے دو چار پانچ مہینوں سے وہ جوش وخروش وہ ولولہ جو ہمیں چاہیے تھا جو اس ریفرنڈم

> ریفرنڈم میں بیلٹ پیپر پر اسلام کا نام تھا اور صدر صاحب کا نام ہی نہیں تھا جب صدر صاحب اور اسلام لازم وملزوم قرار دئے گئے اور یہ اسمبلیاں اسی عمل کے لئے تشکیل دی گئیں اگر اس معاملے کو روک دیا یا سمت بدل دیا تو قوم یہ کہہ سکتی ہے کہ ہم اپنا ووٹ واپس لیتے ہیں ہمارا ووٹ جس چیز کے لئے مشروط تھا وہ خود بخود ختم ہو جائے گا

اور تمام انتخابات کے لئے بنیادی جواز پیدا کر رہا تھا۔ اگر وہ عمل رک جائے یا اس میں سستی آجائے تو اس سے وہ پورا قومی مقصد تباہ ہو جائے گا۔ جو صدر مملکت کو قوم نے دیا ہے کہ

ریفرنڈم میں بیلٹ پیپر پر اسلام کا نام تھا اور صدر صاحب کا نام ہی نہیں تھا۔ جب صدر صاحب اور اسلام لازم و ملزوم قرار دئے گئے اور یہ اسمبلیاں اسی عمل کے لئے تشکیل دی گئیں اگر اس معاملے کو روک دیا یا سمت بدل دی تو قوم یہ کہہ سکتی ہے کہ ہم اپنا ووٹ ہی واپس لیتے ہیں ہمارا ووٹ جس چیز کے لئے مشروط تھا وہ خود بخود ختم ہو جائے گا۔

تو میری گذارش یہ ہے کہ میری اس تحریک کو منظور فرمائیں اور اس ملک کا اہم ترین پیمینٹ جو ہے اور اس مارشل لاء سے اہم ترین جو مسئلہ ہے۔ میں قاضی حسین احمد صاحب کی کل کی تقریر سے اتفاق کرتا ہوں کہ مارشل لاء قابل مذمت ہے۔ کیونکہ اس میں خدا اور رسول ﷺ نہیں ہوتا لیکن میں ایسی جمہوریت کو بھی مارشل لاء کی طرح ہر طرح قابل مذمت سمجھتا ہوں جو اللہ اور رسول ﷺ کے دین سے بالکل آزاد ہو۔ اگر مارشل لاء ہٹا کر صرف جمہوریت کی طرف آتے ہیں جو اصل مقصد کو نظر انداز کر دے۔ تو پھر ہمارا وہ مقصد بحران سے نکلنا پورا نہیں ہو سکے گا۔ ہمیں ایسا نظام عمل فوری طور پر سامنے لانا چاہئے جس میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی حاکمیت ہو نہ کہ مغربی جمہوریت اور نہ ہی مارشل لاء۔

تو میری گذارش ہے کہ آپ اس پر نظر ثانی فرمائیے اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے ذہانت، سنجیدگی اور سب کچھ دیا ہے۔ اور حالات پر آپ کی نظر ہے۔ اگر اسے مسترد کر دیا گیا تو اس کا اثر پورے ملک پر خراب پڑے گا۔

قومی اسمبلی میں
اسلام کا معرکہ
شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی سرگرمیاں
مؤتمر المصنفین اکوڑہ خٹک (پشاور)